کشف المحجوب

(کلام المرغوب)

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری

المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق تخریج و تدوین جدید

ڈاکٹر خالق داد ملک ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

مکتبہ شمس و قمر

کشف المحجوب

(کلام المرغوب)

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری

المعروف

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق تخریج و تدوین جدید

ڈاکٹر خالق داد ملک

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

مکتبہ شمس و قمر

جامعہ صفیہ غوثیہ بھائی چوک لاہور

0345-4666768,0322-4973954

کتاب	:	کشف المحجوب (کلام الرغوب)
مصنف	:	حضرت سیّد علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ
مترجم	:	علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری
تحقیق، تخریج و تدوین جدید	:	ڈاکٹر خالق داد ملک، چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی
		ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور اوقاف پنجاب
باہتمام	:	قاری محمد عارف سیالوی، مہتمم جامعہ حنفیہ غوثیہ لاہور
نگران	:	صاحبزادہ محمد طاہر شہزاد سیالوی، چیئرمین مکتبہ شمس و قمر
		حافظ محمد کاشف جمیل، مینجنگ ڈائریکٹر مکتبہ شمس و قمر
کمپیوٹر ورک	:	طاہر مقصود
سال اشاعت	:	فروری ۲۰۱۲ء / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ
تعداد	:	500
ناشر	:	مکتبہ شمس و قمر، جامعہ حنفیہ غوثیہ، بھاٹی چوک لاہور
		0345-4666768 0322-4973954

فہرست

چھٹا باب

ملامت

فصل:

مشائخ طریقت کے ایک گروہ نے راہِ ملامت کو بھی پسند کیا ہے اور انہوں نے ملامت کے طریقے کو خلوص و محبت میں مؤثر عظیم مانا ہے اور ملامت کے ساتھ مردانِ خدا اور اہلِ حق بالعموم متفق ہیں۔ خصوصاً پیشوایانِ اُمتِ رسولِ کریم ﷺ جو امام و پیشواءِ اہلِ حق تھے اور ان سے بلند وہ پیش رو محبان تھے، اُس وقت تک نیک نام رہے جب تک دلیلِ حق کا ظہور اور وحی آتی رہی۔ مگر جب لباسِ محبت و عشق پہنایا گیا تو لوگوں کی طرف سے اُن کے حق میں زبان ملامت دراز ہوگئی۔ بعض نے کہا: جادوگر ہیں، کاہن ہیں۔ کسی جماعت نے کہا: شاعر ہیں۔ کسی نے کہا مجنون ہیں۔ کوئی کہنے لگا کاذب ہیں اور مثل اس کے بہت سی بدلگامی کی گئی مگر اللہ جل شانہٗ نے اُن کی تعریف میں فرمایا:

﴿لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾(۱)

''وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کرتے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑا وسیع العلم ہے۔''

اور سنتِ الٰہیہ بھی کچھ یہی ہے کہ جو اُسے یاد کرے اُس کے ذکر کو سنائے، عالم اس کی ملامت میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس کے اندرونی رازِ مخفی کی نگہداشت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ درحقیقت غیرتِ الٰہیہ ہے کہ اپنے محبوبوں کو غیروں کے دیکھنے سے بچالیتا ہے تاکہ کوئی آنکھ اُس کے جمالِ باطنی پر نہ پڑے اور اس کی حقیقتِ حسن کو اس سے بھی مخفی فرمادیتا ہے تاکہ وہ اپنا جمال باکمال دیکھ کر مغرور نہ ہوجائیں اور آفتِ عجب و تکبّر میں نہ پڑیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے عوام کو اُن پر چھوڑا ہے تاکہ وہ ان پر زبانِ ملامت دراز کرتے رہیں اور نفسِ لوام ان کے اندر مرکب کیا ہے تاکہ انہیں ان کی کوتاہی پر ملامت کرتا رہے اور کسی فروگذاشت ہو جانے پر وہ اپنے پر ملامت کریں بلکہ اگر نیکی بھی کریں تو اس کے کم ہونے پر ملامت کریں اور یہ

۱۔ سورۃ المائدۃ: ۵۴

راہِ مولا میں بڑی مضبوط جڑ ہے۔

کیونکہ عجب وتکبر سے بڑھ کر کوئی آفت اور حجاب نہیں اور عجب وتکبر کی جڑ دو چیزیں ہیں جن سے عجب وتکبر پیدا ہوتا ہے، وجاہت حاصل ہوجانا مخلوق میں اور مخلوق کی زبان سے اُس کی مدح سرائی۔ اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ کسی انسان کی گفتار وکردار کو عوام پسند کریں۔ اس کی مدح سرائی کریں اور اسے اس سے غرور پیدا ہو۔

دوسرے یہ کہ جو کام وہ کر رہا ہے، لوگ اسے پسند کرتے ہیں تو یہ اس کام کا اہل اور اس کے قابل اپنے آپ کو سمجھنے لگتا ہے اور اس وجہ میں متکبر بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص سے اس راستہ میں اپنے محبوں مقربوں پر یہ نظام فرما دیا ہے، تاکہ اس کے تمام کام اگرچہ نیک ہی ہوتے ہیں مگر عوام انہیں پسند نہ کریں اور عوام کے پسند کرنے کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ وہ اس کام کی حقیقت کو دیکھنے سے قاصر ہیں اور مجاہدات وریاضات ان محبانِ الٰہی کے بہت ہوتے ہیں مگر انہوں نے ان مجاہدات کو اپنی قوت کا نتیجہ کبھی نہیں سمجھا محض فضلِ الٰہی تصور کیا اور اُن مجاہدات کی وجہ سے انہوں نے اپنی ذات کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا۔ اسی وجہ میں وہ تکبر سے محفوظ رہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ جسے اللہ پسند فرماتا ہے عوام اُسے پسند نہیں کرتے، اور جسے اپنا وجود پسند آیا اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا۔

جیسا کہ شیطان کہ اسے لوگوں نے پسند کیا اور ملائکہ نے بھی قبول کیا اور خود اس نے اپنے آپ کو اچھا سمجھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں کیا تو لوگوں اور فرشتوں کا پسند کرنا اس کے لیے شرِ لعنت بن گیا۔

اور آدم علیہ السلام کو اوّل ملائکہ نے پسند نہیں کیا اور صاف کہہ دیا:

﴿ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا ﴾(۱)

''کیا ایسے وجود کو دنیا میں وجود فرما رہا ہے جو فساد کرے''۔

اور خود آدم علیہ السلام نے اپنے وجود کو پسند نہ کیا اور عرض کر دیا:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ﴾(۲)

''اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا''۔

لیکن چونکہ آدم علیہ السلام پسندیدہ حق تھے تو جناب باری عزاسمہ کی طرف سے ارشاد ہوا:

۱۔ سورۃ البقرۃ: ۳۰ ۲۔ سورۃ الاعراف: ۲۳

آٹھواں باب

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

اہل بیتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہ پاک ہستیاں ہیں کہ ان کے لیے پاکی اَزلی ان کی ذات کے واسطے مخصوص ہے اور ان میں ہر ایک طریقت میں کامل اور مشائخ طریقت کے امام ہیں۔ عام اس سے کہ عوام میں سے ہوں یا خواص میں سے۔ مَیں ان کے ایک گروہ کا کچھ بیان کرتا ہوں۔ ان شا اللہ تعالیٰ

امام حسن سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ان میں سے جگر بندِ مصطفےٰ وریحانِ دلِ مرتضیٰ، قرۃ العینِ زہراؑ، ابو محمد حسن بن علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان کو طریقت میں نظر کامل عطا ہوئی اور تصوف کے مسائل حل کرنے اور اس کے دقائق بیان فرمانے میں آپ کو بڑا حصہ ملا ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

"عَلَيْكُمْ بِحِفْظِ السَّرَائِرِ فَاِنَّ اللّٰهَ مُطَّلِعٌ عَلَى الضَّمَائِرِ."

"تمہیں اپنی اندرونی اسرار کا محفوظ رکھنا لازمی ہے اس لیے کہ اللہ ضمیروں کے حال کا جاننے والا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو حکم ہے کہ راز کے معامدت پر نگاہ رکھے اور اس کی محافظت ہمیشہ کرتا رہے تو رازِ الٰہیہ کا نگاہ رکھنا عدم التفات کی بالا غیار کو مستلزم ہے، اور اظہار راز کی محافظت کرنا مخالفت جبار کو مستلزم ہے۔

کہتے ہیں کہ جب قدریوں نے غلبہ پایا اور مذہب معتزلہ (یعنی منکرین عالم بطون) جہان میں پھیلا تو خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت مولاءِ کائنات شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا جس پر یہ مرقوم تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ قُرَّةَ عَيْنَيْهِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّكُمْ مَعَاشِرَ بَنِيْ هَاشِمٍ كَالْفُلْكِ الْجَارِيَةِ فِيْ بَحْرٍ لُجِّيٍّ وَّ مَصَابِيْحُ الدُّجٰى وَاَعْلَامُ الْهُدٰى وَالْاَئِمَّةُ الْقَادَةُ الَّذِيْنَ

یہ سن کر حضرت داؤد طائی ؒ رو پڑے اور کہنے لگے، الٰہی! جن ہستیوں کا خمیر آبِ نبوت سے ہو اور جن کی ترکیب طبعی اصول دین پر اور برہان و حجت قرآن سے ہو، جس کے دادا شفیع المذنبین ﷺ ہوں، جن کی ماں حضرت زہرا بتول رضی اللہ عنہا ہوں وہ اس خوفِ حیرانی میں رکھے گئے ہیں اور اپنے اعمال کا اس شان سے محاسبہ کر رہے ہیں تو پھر داؤد طائی کس شمار میں ہے اور وہ اپنے اعمال و عبادات پر کیا فخر کرے!!

ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے احباب خدام میں تشریف فرما تھے تو آپؓ نے سب سے فرمایا: آؤ! ہم تم آپس میں بیعت کرلیں اور اس امر کا عہد کرلیں کہ جسے اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت رستگاری عطا فرمادے وہ سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کی کہ اے ابن رسول اللہ! اس عہد کی اسے حاجت ہے جو محتاجِ شفاعت ہو، آپ کو ہماری شفاعت کی کیا پرواہ ہے! آپ کے جد امجد شفیع مجرمان خلائق ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے اعمال پر شرماتا ہوں اور اپنے نفس کے عیبوں پر نظر کر کے ڈرتا ہوں کہ بروز قیامت جد امجد ﷺ کے حضور کس طرح منہ دکھاؤں گا۔

یہ ہے وہ کمالِ خاص جو عارفِ کامل کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے نفس کے عیبوں پر نظر رکھتا ہے۔ یہ صفت اوصاف کمالیہ سے ہے۔

اور تمام ممکنان الٰہی یعنی نبی، ولی، غوث، قطب سب کے سب اسی اصول پر قائم ہیں۔
چنانچہ حضور سید یوم النشور ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا بَصَّرَهٗ بِعُيُوْبِ نَفْسِهٖ . (۱)

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ ارادۂ خیر فرماتا ہے تو اسے عیوبِ نفس کے لیے چشمِ بینا عطا فرماتا ہے۔''

اور جو ازرُوئے تواضع اپنا سر بارگاہِ حق میں جھکاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراداتِ دارین پوری فرماتا ہے۔

اب اگر ہم تمام مناقب اہل بیت رضی اللہ عنہم بیان کریں اور ہر ایک کے فضائل مفصل بتائیں تو یہ کتاب اس کی متحمل نہیں۔ لہٰذا ان کے لیے جن کی عقل خلعتِ ادراک سے مزین ہے اور جو مریدانِ خاص ہیں، اسی قدر کافی ہے اور منکر کے لیے بھی، اگر سمجھنا چاہے تو کم نہیں۔

۱۔ اس حدیث پاک کو امام دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے (کتاب اللمع، ص: ۱۳۹، احیاء علوم الدین ۵/۲۲۳